امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

اپنوں اور غیروں کی نظر میں

محمد عبدالحکیم شرف قادری

انجمن رضائے مصطفےٰ، چاہ میراں لاہور

رسالہ ——— امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں
تالیف ——— محمد عبدالحکیم شرف قادری
کتابت ——— مولانا شاہ محمد چشتی انصاری قصور، فون ۳۱۲۴
پروف ریڈنگ ——— مولانا بشیر احمد سدیدی
مطبع ——— { محمود ریاض پرنٹرز لاہور }
بار اوّل ——— صفر المظفر ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء
ناشر ———

ملنے کا پتا

مکتبۂ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری منڈی لاہور ۸
رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا دربار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ "عقائد جماعت بریلویہ رضویہ" بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہل سنت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے یہ اشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملک پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورت حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جا سکتا ہے۔

بعض ارباب علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے بیہودہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دینا چاہئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں مختصر طور پر ان اتہامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

(۱) ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تیس ۳۰ دجال پیدا ہوں گے جن میں سے "المسیلمہ"، "العنسی" اور "المختار" ہیں — ادھر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کا ایک نام "المختار" ہے۔ ہم رضاخانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتا دیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں "المختار" سے مراد کون ہے؟ (پمفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم کبھی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو

(دیکھئے تقویۃ الایمان)   انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ
حدیث تو ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے، اس میں تو آنیوالے غیب کی خبر دی گئی ہے۔

(ب) کیا اس سے پہلے کسی محدّث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے
مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے
اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجّالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں
یہ الفاظ ہیں كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ " ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ
وہ نبی ہے" امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبّان کی روایت میں ہے کہ ان
میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، "المختار" سے مراد امام احمد رضا
بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہل سنت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے
تعاقب میں رہا جو قصر نبوّت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی
اور اس کے متبعین، یا وہ ختم نبوت کا ایسا معنٰے بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے
کسی نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، مولوی محمد قاسم نانوتوی
بانی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو
پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

(تحذیر الناس، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۲۴)

لہٰذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجّال المختار کا مصداق قرار دینا حدیث پاک
کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند
پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے، وہ درود

شریف اس طرح پڑھتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا
اَشْرَفْ عَلِي - اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے" بجائے
اس کے کہ جواب میں اسے توبہ و استغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے
لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ
تعالےٰ متبع سنّت ہے"

(الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵)

اللہ اکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس المختار
کا ذکر ہے اس سے مراد احمد رضا خان ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحات قلم
قہر الدیان علی مرتد بقادیان، السوء والعقاب، جزاء اللہ عدوہ وغیرہ رسائل و
فتاوے نے مخالفین ختم نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

(۵) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی، امام ابو یعلےٰ کی اس روایت نقل
کرنے کے بعد مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ثم كان اول من خرج بعدهم المختار
بن ابى عبيد الثقفى ...... ثم زين له الشيطن
فادعى النبوة وزعم ان جبريل يأتيه۔

(شرح المواهب اللدنیہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵)

"پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے سبز
باغ دکھائے تو اس نے نبوّت کا دعوےٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس
جبریل امین آتے ہیں"

حضرت اسماء بنت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف

کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذّاب ہوگا اور ایک خونخوار کذّاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خونخوار کا تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو۔ (مسلم شریف عربی مکتبہ رشیدیہ دہلی، ج۲ ص ۳۱۲)

امامِ نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

"حضرت اسماء کا یہ فرمان کہ کذّاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے اُن کی مراد المختار بن ابی عبید ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین جھوٹ، اس کا یہ دعوےٰ تھا کہ جبرِیل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذّاب سے مراد المختار بن ابی عبید اور مُبیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے"

(شرح مسلم، ج۲، ص ۳۱۲)

(۲) کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خاں صاحب کے مخالفین ان کو اس روسیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ ماخوذ البریلویہ ص۱۷ (پمفلٹ)

جن لوگوں کے دل عشقِ رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے اُنکی نگاہوں کا اندھیرا نکلے جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کر دیا۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں :-

"حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی"

(مقالاتِ یوم رضا، رضا اکیڈمی، لاہور ج۳ ص ۸)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں :-

"اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بُشرے سے ہویدا تھا، فروتنی خاکساری

کے باوجود اُن کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا"

(پروفیسر محمد مسعود احمد، اختتامیہ خیابانِ رضا، طبع لاہور، ص۱۷)

[illegible] اس جھوٹ کے لئے بدنامِ زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں افترا پردازیوں کا طومار باندھ دیا گیا ہے اور جو اہلِ علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اجالے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۳) احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے ۷ منٹ پہلے یہ وصیت کی تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی المکان (حتی الامکان) اتباعِ شریعت نہ چھوڑ (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص۳) (پمفلٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اِس کا کوئی تذکرہ نہیں، دراصل یہ نافہمی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ کے چلے آ رہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیقِ قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے البتہ شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں ان پر بقدرِ طاقت عمل کیا جائے گا (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (البقرہ ۲، الآیۃ ۲۸۶)

(۴) احمدی تحریرات (نقلِ کفر کفر نباشد)

خدا ناچا نثر کرتا ہے۔ (پمفلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے، انہوں نے فرمایا : "وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے"

اس کے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتبِ فکر
کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق وسباق دیکھے بغیر جڑ دیا کہ احمد رضا خاں صاحب
کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچتا تھرکتا ہے۔ حیرت ہے کہ "نقل کفر کفر نباشد" کے عنوان
نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے
سر تھوپ دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ :-

وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا .... حتیٰ کہ مر جانا
سب کچھ ممکن ہے۔"

جاہل ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں رہنے دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان
اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچتا تھرکتا ہے)۔

دراصل ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الہند مولوی
محمود حسن صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا :-

"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو
مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔"

(سبحان السبوح، نوری کتب خانہ لاہور ص ۱۴۲-۳)

اس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے،
اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو
انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کام اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے،
فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ فیصل آباد) ج۱ ص ۷۹۱ پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ
ان لوگوں کے نزدیک خدا کسے کہتے ہیں :-

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت
ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے

سامنے گننے کے قابل ہے .... ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا،
سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے
.... یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟"

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱۲، ص ۷۹۱)

غور کیجیے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان
سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی
نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً
کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

(۵) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے،

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۲ پر فرمایا :

انجامِ وے آغازِ رسالت باشد ‎ ‎ ‎ ‎ ایں گو ہم تابعِ عبد القادر

(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادرؒ کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول
بھی حضرتِ شیخ جیلانی کا تابع ہوگا۔ (پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقہ فقد صنف فیہ
"جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا" اللہ تعالیٰ کی قدرت
کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی اُن پر
نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

دراصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اس کا
دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے، پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت
مطلب بیان کر دیا، پہلے شعر کا مطلب پلے ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے ؎

بر وحدت اور رابع عبدالقادر — یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغاز رسالت باشد — اینک گو ہم تابع عبدالقادر

(حدائق بخشش، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج ۲، ص ۲)

اس رباعی میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی عبدالقادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں حرف الف ہے اور آخری حرف را ہے، اسی حرف کو انجام سے تعبیر کیا ہے۔

(ترجمہ رباعی) (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہد عبدالقادر کا چوتھا حرف (الف) اور دوسرا شاہد ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نام مبارک کا آخری حرف (را) لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ کہو کہ یہ نکات عبدالقادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں)

یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقام ولایت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے مقام نبوت و رسالت کی ابتدا ہے، سچ ہے کہ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تحذیر الناس کا مطالعہ کیجیے جس کی ایک عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۶) انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (پمفلٹ)

(ملفوظات حصہ سوم ص ۲۷۶، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار، لاہور)

اس جگہ چند امور قابل توجہ ہیں:-

۱۔ علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے

لہٰذا اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ نے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو شرح مواہب لدنیہ للزرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶ ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲۔ یہ کہنا کہ "انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" خود ساختہ عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے ازواج مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا کہ "عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" ان کا بیان ہے کہ "وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں" اور شب باشی کا معنے رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبدالماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے ------ ایک شب باشی اس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباضعت (عمل زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز انفاق۔"

(حکیم الامت : عبدالماجد دریابادی، ص ۱۷۴)

اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنیٰ ایک جگہ پر رات گذارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عمل زوجیت ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

(مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی ج ۱ ص ۳۵۱)

"تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔"

۳۔ حیاتِ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماءِ دیوبند کے نزدیک بھی مسلّم ہے، المہنّد جس پر دیوبندی مکتبِ فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، اس میں لکھتے ہیں :۔

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ ——— برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔"

(المہند، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجئے جب انبیاءِ کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں امہات المومنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابن عقیل حنبلی نے عالمِ برزخ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالمِ برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴ : مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن، اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔"

(اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۲)

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالمِ برزخ سے عالمِ دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو سب تسلیم، مگر انبیاءِ کرام کی عالمِ برزخ ہی میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے :

"نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی۔"

تو گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہوگی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں آ کر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷) حضور شکاری کے روپ میں آئے تھے؛

احمد یار خاں نے جاء الحق ص۱۶۷ پر لکھا ہے، حضور نے فرمایا : میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصد ہے۔ (پمفلٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الآیۃ) میں نور کا مصداق ہیں، محبوبِ رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اس عظمت وجلالت کے باوجود فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ) اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔

حضرتِ رومی فرماتے ہیں ؎

زاں سبب فرمود خود را مثلکم ——— تا بجرد آیند وکم گردند گم

اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانورو کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آ جائے،

مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا :-

"وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے وعظ کا کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کرلے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اسی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پاکر قضائے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیتِ وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہیئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔

ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔"

(ارواحِ ثلاثہ (حکایاتِ اولیاء) دار الاشاعت کراچی، صفحہ ۲۵۲)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضائے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کر لے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہٖ ممثّل لہٗ (جس کی مثال دی گئی ہے) پر چسپاں کر دینا صحیح نہیں ہے۔

(۸) حضرت عائشہ کی شان میں بدترین گستاخی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب حدائقِ بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷ پر رقمطراز ہیں :-

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سے کمر تک لیکن
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ عاشق کہلاتے ہیں، خدارا غور کریں۔ (پمفلٹ)

ناظرینِ کرام! اس پر ایک لطیفہ سُن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھوت سوار ہوا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا :

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
کہ عشق نمود اول ولے افتاد مشکلہا !

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں، اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے یہ دونوں چیزیں بیک شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاندار شعر بن گیا۔

بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائقِ بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی

کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علی خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائیہ کے صفحہ۱ پر ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہِ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب سے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگذاشتیں ہوئیں۔

(۱) انہوں نے اس حصہ کا نام حدائقِ بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائیٹل پر ۱۳۲۵ھ سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائقِ بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوتے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔

(۲) انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس نابھہ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتابت کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے دانستہ یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دیے۔

ان غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیبِ مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروایا اور مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ مہم چلائی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرتِ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں بمبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اس میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اس کے باوجود انہوں نے رسالہ سُنّی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور بارہا توبہ بھی کی، اعلانِ توبہ ملاحظہ ہو :۔

"حدائقِ بخشش حصہ سوم ص۳۷ و ص۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہوگئے تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔"

(فیصلہ شرعیہ قرآنیہ ص۳۲۔۳۱)

اس تفصیل سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالف کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔ کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰحضرت پر نہ لگایا لہٰذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰحضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افترا پرداز ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فیصلہ مقدسہ، مطبوعہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔

دراصل اعلیٰحضرت بریلوی نے صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور براہینِ قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کارروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراطِ مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ :

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جنابِ رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔"

(محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم اردو مطبوعہ کراچی، ص۱۳۶)

حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا :-

" پھر آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔"

(محمد اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ص

براہینِ قاطعہ میں ہے :-

" الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہینِ قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوتِ فکر ترتیب مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کے عکس دیئے گئے ہیں۔

اب ذرا دل تھام کر چشمِ حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب الخطوب المذیبہ میں لکھتے ہیں :-

" ایک ذاکرِ صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرتِ عائشہ

آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کم سن بیوی ملے گی، اس مناسبت سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرتِ عائشہ بہت کم عمر تھیں، وہی قصہ یہاں ہے۔"

(محمد اشرف علی تھانوی، الخطوب المذیبہ، ص ۱۵)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے، تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریا بادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

" پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجدِ قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں، انہوں نے دریافت فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرتِ صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی جیسے بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلائیں گی۔"

(عبد الماجد دریا بادی: حکیم الامت (ایم شمس الدین لاہور، ص ۹-۵۴۸

تھانوی صاحب اِس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :۔

" کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاوّف (الاوصاف) کی طرف ۔"

(ایضاً ص ۵۴۹)

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیشِ نظر رہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جاچکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہِ راست درود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں :۔

" اِس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالےٰ متبعِ سنت ہے ۔"

(الامداد صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر خوابوں کے اِس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلی خواب میں ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا پھر مرید، تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے ؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور اُن پر مہرِ تصدیق ثبت کرنا کیا حضرتِ ام المومنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے ؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں ؎

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا
زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں
جن پر لاکھوں مائیں تصدق
تعبیر اُن کی بناتے یہ ہیں
وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں
کب اسلام رکھاتے یہ ہیں

(الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۸۵)

(۹) ہر ولی مرید کی منی کے قطرے حمل میں گرتے دیکھتا ہے ۔

ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمٰن بجواب الصاعقۃ الرحمٰن صفحہ ۵

پر لکھا ہے :۔

" کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے ۔"

نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات حصہ ۲ صہ ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سید احمد سلجاسی جب بیوی سے ہمبستری کر رہے تھے تو سیدی عبدالعزیز دباغ ان کے پاس خالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے ۔"

(پمفلٹ)

ہمارے سامنے حضرتِ علامہ مولانا غلام محمود قدس سرہٗ، پپلاں، ضلع میانوالی کی تصنیفِ لطیف نجم الرحمٰن (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے اس کے صفحہ ۵ بلکہ پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہٰذا اس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس دروغ بافی کا کیا علاج کہ سرخی جمائی جا رہی ہے کہ " ہر ولی مرید کی الخ " پر نقل کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہر ولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھیے کہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے ناقل ہیں اور ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھا دے چنانچہ یہ واقعہ حضرتِ علامہ احمد بن مبارک نے الابریز عربی (مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر) کے صفحہ ۳۴۰ پر نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کاملین کیلئے کشف کے منکر ہیں مگر اہلِ سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کے لئے بےشمار اشیاء کو منکشف فرما دیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل نہیں ہوتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشادِ باری تعالیٰ وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الآیۃ) کی تفسیر میں ایک حدیث [illegible]
ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی و ارضی کا [illegible]
کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اس کے [illegible]
دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا، اس کے [illegible]
دعا فرمائی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا، پھر تیسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا
ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ابراہیم! تم مستجاب الدعوۃ ہو [illegible]
بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔"

(تفسیر مظہری عربی، ندوۃ المصنفین دہلی ج ۳ ص ۲۹۶)

انصاف سے بتائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا [illegible]
امیر شاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشمِ عبرت سے پڑھیے :۔
"شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد
ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک
بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور
اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب الدین احمد
رکھنا۔"

(حکایاتِ اولیاء، دار الاشاعت، کراچی ص ۲۷)

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم [illegible]
کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے :۔
"ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ
لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا،

اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔"

(حکایاتِ اولیاء، ص ۲۰۰)

ایمان سے کہئے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو [illegible] الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لہک لہک کر بیان
[illegible] کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان
[illegible] ان لوگوں کو غوثِ زمانہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کشف
[illegible] ہے حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا، اظہارِ کشف
[illegible] تھا وہ عبداللہ خاں صاحب کے عورتوں کے رحموں میں جھانک کر لڑکا
[illegible] معلوم کر لینے پر معترض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک آدھ مرتبہ کا نہ تھا
[illegible] دیا کرتے تھے" کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱۰) نماز میں غیر عورت کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۷۵-۷۴ پر فرمایا :
نماز میں بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی خلل
نہیں، اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے، نمازِ فاسد نہیں ہوتی۔ (پمفلٹ)

اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کے لئے اصل عبارت
کو نقل کر دینا کافی ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :۔
"نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے جب بھی نماز و
وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی
جب کہ فرجِ داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت
گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔"

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد ج ۱ ص ۷۵)

حیرت ہے کہ اس صاف اور صریح عبارت میں مذموم عزائم کے پیشِ نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "نظر جا پڑے" اس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و ارادہ کے بغیر نظر پڑ جائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں صراحت کے ساتھ کیا ہے مگر یہ صاحب "دیکھنے میں کوئی حرج نہیں" کہہ کر یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ قصداً دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ پھر انہوں نے تصریح فرما دی کہ عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے۔ اس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی پر افترا کیا جا رہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے فالی اللہ المشتکیٰ۔

اب لگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کر لیں۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

"مسئلہ : کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔"

(بہشتی گوہر حصہ یازدہم، ملک دین محمد، لاہور ص۱۶)

اب اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کے سبب کوئی چادر باندھ کر نہا لے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا، تاکہ میں غسل کر لوں تو وہ واجب کا تارک ہوگا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہوگا۔

(۱۱) نماز میں عضوِ مخصوص کے تناؤ سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا تقویٰ بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں (المیزان احمد رضا نمبر ص۲۳۴) :-

امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد "حرکتِ نفس" سے میرے انگرکھے کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔ (پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہا، اس سے بڑھ کر کیا ہو گی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سر پیٹ کر رہ جاتی ہیں۔ انگرکھا شیروانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب اردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں :

"انگرکھا (اَن گر کھا) ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا"

(فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۳۲)

اور نَفَس (فا کے فتحہ کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاسِ انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشہد پر پوری ہو چکی تھی پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی مگر بُرا ہو بدبینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی چکر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ عضوِ مخصوص اور ازار بند کس لفظ کا معنےٰ ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو بہشتی زیور کا بابِ طب پڑھ لیجئے یا دیوبندی حکایاتِ اولیاء کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان مل جائے گا، ذرا ملاحظہ کیجئے :

"مولانا (نانوتوی صاحب) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اُس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اتارتے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔"

(حکایاتِ اولیاء، ص ۳۱۷)

حکایاتِ اولیاء ص ۳۳۹ اور تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ۲۴
ص ۲۸۹ کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے
روابط کا اندازہ ہو جائے گا۔ مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی
حجاب محسوس ہوتا ہے۔

(۱۲) اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

مولانا کے زہد و تقوےٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ
کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب حسنین رضا ص ۲۴)

علماءِ اہلِ سنّت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے اس کے
ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے
میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز
نہیں کیا جب کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء نے ہمیشہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور توبہ
سے گریز کیا۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ کا ذکر گزشتہ صفحات
میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریف کے مرتب مولانا حسنین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو
جو قہرِ خداوندی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیمہ ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا
ہے، انہوں نے فرمایا :-

" اس مضمون کا عنوانِ بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ
یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو
نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب
یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔"

اصل عبارت یہ تھی :-

" زہد و تقوےٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے
سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اتباعِ سنت کو
دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف
آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے
زہد و تقوٰی کا مکمل نمونہ اور مظہرِ اتم تھے۔"

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ
میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا
احسان مانتے ہوتے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا،
(عدو شود سببِ خیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں
اور سُنّی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ص ۲۴ میں اُس
عبارت کو کاٹ کر عبارتِ مذکورہ بالا لکھیں، طبعِ آئندہ میں انشاءاللہ
اِس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

(وصایا شریف مع ضمیمہ، مولانا یٰسین اختر اعظمی، مکتبہ اشرفیہ مریدکے، ص ۳۵)

مخالفین اس کے باوجود بار بار اِس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جس کا
مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو
توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع
ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

(۱۳) اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے
فرمایا، سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۵ :

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق و تقوےٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(پمفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقوےٰ میں شانِ صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی۔

محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو خلیفوں مولوی عبد الحی صاحب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ دونوں بزرگ حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جاں نثار تھے۔"

(حیاتِ سید احمد شہید: نفیس اکیڈمی، کراچی، ص۲۹۵)

دونوں بزرگ تو شیخین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود سید صاحب کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیسری صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

صدق میں ثانی اثنین کی مانند قوی
جد اور جہد میں اسلام کے ثانی عمر
شرم میں حضرتِ عثمان سا جوں بحرِ حیا
اور صفِ جنگ میں ہمطرزِ علی صفدر

(حوالہ مذکورہ، ص۱۶۳)

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سید صاحب نے خلفاءِ راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلوِ مذموم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

(مرثیہ: مطبع بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمۃ اللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟ ؎

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عُبَید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی

(ص۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟ ؎

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت — تھی ہستی گر نظیرِ ہستیٔ محبوبِ سبحانی
وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے — شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

(ص۱۶)

قسم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیر باد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

مدرسۂ دیوبند کے مدرسِ اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی

اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے ؎

سامریانِ زمانہ سے بچا یا دیں کو
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں بیٹی عمران دونوں

(قصیدہ مدحیہ : بلالی پریس ساڈھورہ ، ص۷)

قاسمِ خیر و رشید احمد ذیشاں دونوں
ہیں مسیحائے زماں یوسفِ کنعاں دونوں (ص۴)

دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسیٰ عمران مسیحائے زماں اور یوسفِ کنعاں کہا جا رہا ہے ، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذٰلک ۔

اسی پر بس نہیں یہاں تک کہہ دیا ؎

وہ تناسب کہ تھا ما بین خلیل و خاتم
رکھتے عیسیٰ سے ہیں مہدیٔ دوراں دونوں (ص۷)

یعنی یہ دونوں مہدیٔ دوراں ہیں ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا وہی ان دونوں کے درمیان ہے ، دل تھام کر بتایئے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے ؟

۱۴-۱۵ آخر میں تجانب اہل سنّت اور مسلم لیگ کی زرّیں بخیہ دری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائدِ اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی و انفرادی رائے پر مبنی ہیں ، جمہور سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جا سکتی ۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۸۲ ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

"تجانب اہل السنۃ کسی [illegible] شخص کی [illegible] قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے لہٰذا اہلِ سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے ۔ سالہا سال سے یہ وضاحت اہلِ سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اسکے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں ۔"

سید احمد سعید کاظمی

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے ، اس کے برعکس علماءِ دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابرِ تحریک پاکستان از جناب سید محمد فاروق القادری اور تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال درپاکستان از جناب راجا رشید محمود ۔

جہاں تک علماءِ اہلِ سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ ء ، تحریکِ پاکستان کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس — مولانا جلال الدین قادری
تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم — پروفیسر محمد مسعود احمد
اکابرِ تحریکِ پاکستان ، دو جلد — محمد صادق قصوری